اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذکر اور تفکّر کی دو طاقتیں دی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍ مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○ (اٰل عمران: ۱۹۱ تا ۱۹۶)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں

کے لئے یقیناً کئی نشانات ہیں۔ وہ عقلمند جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارہ میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اس عالم کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچالے۔ اے ہمارے رب جسے تو آگ میں داخل کرے گا اسے تو تُو نے یقیناً ذلیل کر دیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔ اے ہمارے رب ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان دینے کے لئے بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، سنی ہے پس ہم ایمان لے آئے اس لئے اے ہمارے رب! تو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ ملا کر وفات دے۔ اور اے ہمارے رب! ہمیں وہ کچھ دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر ہم سے وعدہ کیا ہے اور قیامت کے دن ہمیں ذلیل نہ کرنا تو اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ (ہم سے گناہ ہو جاتے ہیں ہمیں گناہوں سے بچا) چنانچہ ان کے رب نے یہ کہتے ہوئے ان کی دعا سن لی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کروں گا۔ تم ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے ہو۔ پس جنہوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں تکالیف دی گئی اور انہوں نے جب دفاعی جنگیں کیں اور اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کیں اور مارے گئے۔ میں ان کی بدیوں کے اثر کو ان کے جسم سے یقیناً مٹا دوں گا اور میں انہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ کے طور پر ملے گا اور اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس کے پاس بہترین جزا ہے۔

ان آیات میں ایک لمبا مضمون بیان ہوا ہے لیکن میں نے اس مضمون کا ایک حصہ آج کے خطبہ کے لئے منتخب کیا ہے۔ ویسے اس کی بھی شاید تفصیل میں میں نہ جا سکوں کیونکہ صبح سے پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے مجھے ضعف کی شکایت ہے۔

پہلی بات ان آیات سے ہمیں یہ پتا لگتی ہے کہ آسمان اور زمین کی پیدائش یعنی کائنات کی ہر شے ایک آیت ایک نشان ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو ہمیں پتا بتاتی ہے حقائق کا۔ جو ہمیں

پتا دیتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی عظمت اور اس کے جلال اور اس کی قدرت کا۔ ہر چیز ہماری راہنمائی کر رہی ہے ہمارے پیدا کرنے والے رب کی طرف اور صرف مادی اشیا ہی نہیں بلکہ اس کائنات کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک تو مادی اشیا ہیں جن کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرے زمانہ ہے اور اس کو وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّھَارِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

زمانہ اپنے اثرات دکھاتا ہے ان جہانوں میں اور زمانہ سے پیدا ہونے والا ہر اثر ہمیں کوئی سبق دے رہا ہے۔ ہمیں کچھ سکھاتا ہے ہماری رہنمائی اور رہبری کرنے والا ہے تو یہاں یہ فرمایا کہ یہ کائنات جو ہے اس کے ہر دو حصے مادی حصہ بھی اور زمانہ بھی جو اپنی ذات میں ایک حقیقت ہے۔ زمانے کے اثرات مادی دنیا پر ہوتے ہیں مثلاً ان کا بڑا اور چھوٹا ہونا ہماری فصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے دنوں کا چھوٹا رہنا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے چھوٹے دنوں کا اور لمبی راتوں کا ہونا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے لمبے دنوں کا اور چھوٹی راتوں کا ہونا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کیلئے سورج کی روشنی اور اندھیرے کی ایک جیسی لمبائی کا ہونا ضروری ہے۔ تو یہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ زمانہ ہر آن حرکت میں ہے اور فاصلے کی نسبتوں کو قائم کرنے والا ہے۔ کس قدر تیزی سے کوئی چیز چل رہی ہے یا کتنی دور ہے کوئی چیز۔ اس وقت اختصار کے ساتھ زمانہ کے متعلق اس حقیقت کو بیان کر دینا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو ہم نے دو طاقتیں دی ہیں ایک ذکر کی اور ایک تفکر کی اور جو عقل مند ہیں خالص اور صحیح عقل رکھنے والے عقل اور لُب میں یہ فرق ہے۔ عقل میں جب ہوائے نفس شامل ہو جائے اور وہ خالص نہ رہے تب بھی عربی زبان اسے عقل ہی کہتی ہے مثلاً آج کی مہذب دنیا جو دنیا میں ڈوب گئی اور خدا کو بھول گئی وہ بھی عربی زبان کے لحاظ سے عقلمند کہلائیں گے اگرچہ ان کی عقل میں ان کی ادنیٰ خواہشات اور میلانِ نفس کی بھی بڑی ملاوٹ آ گئی اور انہوں نے اپنی تسلی کے لئے گراوٹوں میں لذتیں محسوس کرنی شروع کر دیں اور اس کا جواز پیدا کر لیا اور اس حد تک چلے گئے یہ عقلمند کہ انگلستان کی ملکہ کو سڈومی (Sodomy) بل

پر دستخط کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑا۔ اس حد تک گراوٹ اور عقلمند بھی ہیں عربی زبان ان کے لئے عقل کا لفظ استعمال کرے گی لیکن عربی زبان ان کے لئے اُولُوا الْاَلْبَابِ کا لفظ نہیں استعمال کرے گی۔ اس واسطے کہ لُب کے معنے ہیں خالص عقل جو اپنی صفائی میں اور Purity میں انتہا کو پہنچ چکی ہو اس کو عربی زبان میں لُب کہتے ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو خالص عقل دی تھی۔ اس نے اس کو اپنی نالائقیوں کی وجہ سے اور گری ہوئی خواہشات کے نتیجہ میں ناخالص بنادیا اور گدلا کر دیا لیکن وہ لوگ جنہوں نے خالص عقل کو قائم رکھا وہ اپنی ان دو طاقتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک ذکر سے ایک تفکر سے۔ ذکر وہ کرتے ہیں ہر حالت میں يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ اور وہ تفکر بھی کرتے ہیں تفکر بھی وہ ہر حالت میں کرتے ہیں۔ اس آیت سے یہی واضح ہوتا ہے عربی میں (جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے) ذکر اور تفکر میں فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ بدن اور روح سے۔ بدن سے تعلق رکھنے والی عبودیت کو ذکر کہتے ہیں اور قلب اور روح سے تعلق رکھنے والی عبودیت کو تفکر کہتے ہیں اور کامل ذکر وہ ہے جو انسان کے تمام جوارح اور اعضاء سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں حکم دیا نماز پڑھنے کا اور نماز کے اندر قیام بھی ہے اور رکوع بھی ہے اور سجدہ بھی ہے اور قعدہ بھی ہے اور زبان کا ذکر بھی۔ یہ جسم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ روزہ ہے اس کا ہمارے بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ ہم اپنے جسم کو بھوکا رکھتے ہیں اور حج جو ہے اس کے جو ظاہری ارکان حج ہیں وہ ہمارے جسم سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ جس عبودیت کا تعلق بدن سے ہے اس کا نام ذکر ہے يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ اور جس عبودیت کا تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے اس کے متعلق کہا يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اور عبودیت کے ہر دو حصے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں یعنی جو ظاہری طور پر مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر نماز میں دعا کرتے ہوئے رقت نہ پیدا ہو تو وہ مصنوعی طور پر رقت کی حالت پیدا کرے۔ آہستہ آہستہ اس کا دل بھی اس طرف حقیقی رقت کی طرف مائل ہو جائے گا اور جو قلب کی اور روح کی عبودیت ہے اس کے نتیجہ میں جسم جو ہے وہ بھی دل اور روح کے ساتھ

خدا تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے اور اخلاص کے نتیجہ میں انسان کا جسم بھی اعمالِ صالحہ بجالاتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ روایت منسوب ہوتی ہے **تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً** کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت ظاہری سے زیادہ بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ **عِبَادَةُ سِتِّيْن سَنَةً** یہاں اس عبادت کا ذکر ہے جس میں تفکر نہیں۔ قلب اور روح کا حصہ نہیں۔ یعنی جس عبادت میں ہمارا دل شامل نہیں ہوا صرف ظاہر ہے، جس عبادت میں ہماری روح پگھل کے آستانۂ الٰہی پہ نہیں یہ بھی محض نمائش ہے اور ریا ہے آپ کو سمجھانے کے لئے **سِتِّيْن سَنَةً** کہہ دیا۔ یعنی بلوغت کی ساری عمر کی کھوکھلی عبادت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ چھلکا ہے وہ تو کھوکھلی چیز ہے اس کے اندر تو کوئی حقیقت نہیں، کوئی اخلاص نہیں۔ خدا تعالیٰ کے لئے کوئی پیار اور محبت نہیں، اس محبت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ پر قربان ہونے کی کوئی خواہش نہیں۔ خدا تعالیٰ کے لئے ہر چیز کو چھوڑ دینے کا کوئی عزم نہیں۔ وہ عبادت تو خدا تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔

ان آیات کے بعد دعا کی تعلیم دی اور اس میں یہ ہمیں بتایا گیا کہ دعا کی قبولیت کے لئے کوئی وسیلہ ہونا چاہیئے۔ یعنی کوئی ایسی شکل ہونی چاہیئے کہ دعا قبول ہوجائے۔ ایسی دعا جو استحقاق پیدا کر رہی ہو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قبولیت کا اور یہاں جو پہلے بیان ہوا ہے وہ یہی ہے کہ ذکر اور فکر ہر دو سے تعلق رکھنے والی عبودیت کے جو تقاضے ہیں جب وہ پورے کئے جائیں تب دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص ساری رات جاگ کے دعا کرے اور ہر رات جاگ رہا ہو اپنی زندگی میں لیکن عمل نہ کرے خدا تعالیٰ کے احکام پر اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

دعا کی قبولیت کے لئے شرائط بیان کی گئی ہیں ان آیات میں اور یہی چیز میں اس وقت آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ بیان کی گئی ہیں یہ شرائط شروع میں بھی اور پھر آخر میں بھی۔ پہلے تو یہ کہا کہ ذکر کرنے والے اور تفکر کرنے والے جو ہیں وہ جسم کے لحاظ سے، بدن کے لحاظ سے بھی عبودیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور قلب و روح کے لحاظ سے بھی عبودیت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں اور یہاں جو ذکر اور فکر تھا اس کی روح یہ ہے کہ

ہر وقت خدا کے ذکر میں مشغول رہنا اور خدا تعالیٰ کی جو مصنوعات ہیں جو خلق ہے اس سے دل کا، ذہن کا، روح کا صحیح استدلال قائم کرنا کیونکہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف پوائنٹ (Point) کررہی ہے۔ ایک نشان ہے جس طرح سڑکوں پر نشان ہوتا ہے۔ ’’یہ راستہ جاتا ہے لاہور کی طرف۔‘‘ خدا تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہر شے جو ہے وہ نشان ہے کہ یہ راستہ جاتا ہے خدا کو پہچاننے عرفان اور معرفتِ الٰہی کی طرف اور ذکر کرنا تفکر فی مصنوعات کرنا ربوبیتِ خداوندی کا اعتراف کرنا یہ شرائط قبولیت دعا ہیں۔ ذکر اللہ میں ہمیشہ مشغول رہنا۔ دل اور دماغ اور روح کے ساتھ تفکر کرنا یعنی معرفت حاصل کر کے اور معرفت اور اس عرفان کا احساس دل اور روح میں بیدار رہنا۔ معرفت یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز ملی اور جیب میں رکھ لی معرفت تو ایک احساس ہے جو روح میں پیدا ہوتا ہے جو احساس ہمیں یہ بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑی عظمتوں والا خدا تعالیٰ بڑے جلال والا، خدا تعالیٰ بڑے حسن والا نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ ہر چیز پر وہ قادر ہے۔ کوئی چیز اس کے سامنے ان ہونی نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس کے منصوبوں کو ناکام نہیں کرسکتی۔ وہ تمام صفاتِ باری جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بیان کی ہیں ان سب کو اپنے ذہن میں، اپنے دل میں، اپنے Mind میں، قلب میں حاضر رکھنا اور روح کا اس احساس سے لذّت حاصل کرنا یہ ہیں شرائط قبولیت دعا۔

تو ربوبیتِ خداوندی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد وثنا میں مشغول رہنا اور اس یقین پر قائم ہونا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور باطل نہیں ہے۔ بے حکمت نہیں ہے۔ مصلحتوں سے خالی نہیں ہے۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی وہ کسی مصلحت کے نتیجہ میں پیدا کی اور انسان کو بھی اس نے کسی مصلحت کے لئے پیدا کیا جس کا ذکر قرآن کریم نے یہ کہہ کے کیا ہے کہ میں نے اس لئے پیدا کیا ہے اے انسان تجھے کہ تو خدا تعالیٰ کا عبد بننے کی کوشش کرے اور اپنی تمام طاقتوں پر اس کا رنگ چڑھا کے اس کے حسن میں سے حصہ لے جو تیرے دل نے اور تیری روح نے خدا کے وجود میں دیکھا اور مشاہدہ کیا اور پھر شرط لگائی ہجرت کی اور مجبور کر کے وطن سے بے وطن کئے جانے کی۔ اس کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک صوفیا نے معنی کئے ہیں اور انہوں نے یہ معنی کئے ہیں کہ اپنے نفس سے دوری یعنی اپنے نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرنا

اپنے نفس کا ایک وطن ہے اس کی عادتیں ہیں جہاں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ ان کو چھوڑنا خدا کے لئے بے نفس ہو جانا جن چیزوں سے محبت اور پیار ہے ان کو ترک کر دینا۔ خدا تعالیٰ کے لئے ایذا کو برداشت کرنا اور ایذا کو ایذا نہ سمجھنا اور جو شیطانی وساوس کی یلغار ہو انسان پر اس کے خلاف جنگ لڑنا، دفاعی جنگیں کرنا۔

پس صوفیا اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ شیطانی وسوسوں کے خلاف جنگ کرنا کامیابی کے ساتھ اور شیطان کو کسی صورت میں یہ اجازت نہ دینا کہ وہ جسے خدا نے اپنا بندہ بنانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسے شیطان اپنا بندہ بنا دے اور خدا کی راہ میں قربان ہو جانا شہادت پانا اور ہر چیز قربان کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لینے کے سامان پیدا کرنا۔ یعنی یہ نہ برداشت کرنا کہ خدا ناراض ہو جائے۔ دنیا جائے، رشتہ دار جائیں، تعلقات ٹوٹیں اپنے بیگانے ہو جائیں، جو ہو سو ہو لیکن انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس پر ایک موت وارد کرے۔ صوفیا اس کو شہادت کہتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی پھر بسا اوقات بعض لوگوں کو خدا کے حضور جان پیش کرنی پڑ جاتی ہے۔

تو یہ دس شرائط یہاں قبولیت دعا کی بیان ہوئی ہیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں دعا کی قبولیت کا حق (اسی کے کہنے پر) پیدا کر لیتی ہے ورنہ انسان کا کوئی حق نہیں خدا پر۔ لیکن خدا کہتا ہے اگر یہ دس باتیں تم اپنے اندر پیدا کرو گے تو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارا دن خدا کو بھولے رہو۔ ساری راتیں اپنی غفلت میں بسر کرو اور پانچ منٹ خدا کے حضور دعا کرو اور سمجھو کہ خدا پر قرض ہو گیا کہ خدا تمہاری دعاؤں کو قبول کرے۔ اسے تمہاری حاجت نہیں تمہیں خدا کی حاجت ہے۔ سارے کا سارا خدا کا ہو جانا جسمانی لحاظ سے بھی، قلبی اور روحانی لحاظ سے بھی اور جیسا کہ ابھی میں نے بتایا ذکر اللہ میں مشغول رہنا قلب و روح کا مصنوعاتِ باری میں تفکر کرنے کے بعد صحیح نتائج نکالنا، ربوبیتِ خداوندی کا اعتراف کرتے ہوئے حمد و ثنا میں مشغول رہنا، اللہ تعالیٰ کو ہر ایسی چیز سے پاک سمجھنا جو اس کی طرف عبث اور باطل چیز کو منسوب کرنے والی ہوتا اس کی راہ میں ہجرت کرنا، بے وطنی کو قبول کرنا، ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی ایذاء کو برداشت کرنا، شیطانی

حملوں کا کامیاب مقابلہ کرنا اور فنا کی حالت اپنے پر طاری کر لینا۔ خدا کہتا ہے میں ایسے بندوں کی دعائیں اپنے فضل سے سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں ۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے فضل سے ہی انسان جنت میں جاتا ہے اپنے کسی عمل سے نہیں۔ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے جب دعا قبول کر کے ثواب دینے کا ذکر ہوا ہے تو لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فرمایا کہ میرے فضل سے جنتیں مل گئیں خدا کی رضا کی۔ یہ نہیں کہا تم نے دس شرائط پوری کیں اس لئے اس نے جنت میں بھیج دیا۔ یہ کہا ہے ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے۔ تمہارے اپنے عمل کا نتیجہ پھر بھی وہ نہیں ہوگا۔ لیکن تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ خدا تعالیٰ اگر چاہے تو تم سے پیار کرے۔

باقی جو خود ناپاک بنتا ہے خدا تعالیٰ جو پاکوں کا پاک ہے۔ اس ناپاک سے کیسے پیار کرنے لگ جائے گا۔ اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ہے یعنی دس شرائط پوری کرنے کے بعد دعا کا قبول ہونا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہونا وہ بھی انسان کے کسی اپنے فعل کے نتیجہ میں نہیں بلکہ محض ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے جو اسے مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقتِ زندگی کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور ہم جیسے بھی ہیں کمزور و ناتواں اور غافل ہمیں توفیق دے کہ وہ ہم سے پیار کرنے لگ جائے اور جب ہم پر اس کا فضل ہو تو شیطان ہمارے دل میں اس وقت بھی یہ وسوسہ نہ پیدا کرے کہ گویا ہم یہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ کا پیار ہمیں اس لئے ملا کہ خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ہم پر فضل کرے اور ہم سے پیار کرے ورنہ نالائق مزدوروں سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے خدا کے حضور۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍مئی ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۵)

۞۞۞